01 OCT 1993

جنگه در اولیندی

**نواز شریف حکومت کی اقتصادی پالیسیاں**

پاکستان کا تصور عام شہری کے ذہن میں ہمیشہ ایک اسلامی فلاحی مملکت کا رہا ہے جس میں عدل اجتماعی کی ضمانت خاص و عام کی ضرورتوں کی کفالت اور نسل، زبان، رنگ اور طبقات کی بنیاد پر تفاوتوں کی کلی نفی ہے۔ معاش و اقتصاد میں اس کا اظہار یوں مطلوب ہے کہ ہر فرد کو جو اس مملکت کا قانونی شہری ہے یکساں مواقع میسر ہوں کسی مخصوص گروہ کو خصوصی مراعات اور امتیازات حاصل نہ ہوں اور دولت کا ارتکاز اس انداز میں نہ ہونے پائے کہ مستحق محروم رہ جائے لیکن 5 4 سال گزرنے پر بھی نہ صرف یہ کہ یہ خواب تشنہ تعبیر ہی رہا بلکہ امتیازات اور تفاوتوں کا سلسلہ لمبا ہوتا گیا۔ جو بھی حکومت آئی اس نے ملکی ترقی کے نام پر غریب اور متوسط طبقات ہی سے قربانی کا مطالبہ بھی کیا اور وصولی بھی کی لیکن ملکی وسائل کی شکل میں جو نعمت اس ملک کو حاصل ہے اس کا حصہ بقدر حق تو کیا بیشتر رمق بھر بھی مچلی سطح کو مکمل کرنے کی کوئی مخلصانہ کوشش نہ کی۔ حد تو یہ ہے کہ حکومت خود صنعت اور تجارت میں حصہ دار بن گئی اور خالص تاجرانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نفع بٹورنے میں لگ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پرائیویٹ سکیٹر بھی بے مہار ہوا اور جس کا جتنا اور جیسا بس چلا عوام کے خون کا آخری قطرہ نچوڑنے میں جت گیا۔ اس صورتحال میں گزشتہ چار پانچ برسوں میں مزید کتنی بہتری آچکی ہے اس کا ایک مختصر سا جائزہ تقسیم دولت افراط زر اور روز افزوں مہنگائی کے حوالے سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

تقسیم دولت

پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دونوں مسلسل یہ دعوی کرتی آرہی ہیں کہ ہم ملک میں امیر غریب کا فرق کم کر دیں گے اور غربت کا خاتمہ کر دیں گے۔ ان بلند بانگ دعووس کو جب حقائق کے مقابل رکھ کر دیکھیں تو تصویر بے حد مایوس کن بنتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ جو فرق آج سے میں تمہیں برس پہلے تھا اسے بھی قائم نہیں رکھا جا سکا اور غریبی خواہ اطلاقی ہی ہو بڑھتی جارہی ہے۔

امیر غریب کے فرق کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے دو تین اہم اشارئیوں کو بطور خاص سامنے رکھتے ہوئے سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ غریب ترین اور امیر ترین گھرانوں کی آمدنیوں کا تناسب پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ 70-1969 و جو متحدہ پاکستان کا آخری سال تھا اور غریب ترین آبادی والا صوبہ مشرقی پاکستان ( موجودہ بنگلہ دیش ) ہمارے ملک کا ایک حصہ تھا۔ اس وقت آمدنیوں میں غریب ترین میں فیصد آبادی کا حصہ 810 فیصد اور امیر ترین 20 فیصد گھرانوں کا حصہ 4148 فیصد تھا۔ یادر ہے کہ یہ وہی وقت ہے جب 22 امیر ترین گھرانوں کے قصے زبان زد عام تھے اور ملک میں امیر غریب کے حوالے سے بحث کا طوفان اٹھا ہوا تھا۔ 91-1990 ء میں صورتحال یہ ہو گئی کہ غریب ترین ہیں فیصد گھرانوں کا ملکی آمدنی میں حصہ مر کر 3ء 7 فیصد رہ گیا جبکہ امیر ترین گھرانوں کا حصہ 4445 فیصد ہو گیا۔ اب امیر خاندان بھی بائیں نہیں بلکہ 2200 1 زیادہ ہو چکے ہیں اور یہ شاید وہی لوگ ہیں جن کا نام قرض نار ہندوں کی فہرست میں آچکا ہے ۔ قابل افسوس بات یہ ہے کہ بھارت اور بنگلہ دیش جن کی مثالیں دے دے کر ہم اپنی کوتاہیوں کا جواز پیش کرتے رہتے ہیں، اس معاملے میں ہم سے بہتر پوزیشن میں ہیں۔ بنگلہ دیش ( 86-1985 ء ) میں غریب ترین میں فیصد گھرانوں کا حصہ 040 انصد بنا تھا جبکہ امیر

ترین ہیں یعد کے حصے میں 3742 بیصد آمدنی آئی ۔ بھارت میں یہ اعداد ( 1983ء) على الترتيب 841 اور 4144 فیصد رتے ہیں۔

ملک میں فریبی اور امیری کا فرق جانچنے کا ایک اور پیلانہ بینکوں میں بچتوں کی کیفیت ہے جس کی طرف بالعموم کم توجہ دی جاتی ہے حالانکہ اس سے یہ اصل حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دولت کا ارتکاز کہاں ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے سٹیٹ بینک آف پاکستان کے بلیٹن ( مئی 1993ء) سے چند ضروری کوائف ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

شیڈولڈ ٹینکوں میں 1988 ء میں ☆ 3000 روپے تک کی سوا کروڑ سے زیادہ ڈیپازٹس کے تحت تقریبا میں ارب روپے جمع تھے۔ اس سال ساتھ لاکھ سے ایک کروڑ روپے تک والی صرف چار سو اٹھاون ڈیپازٹس میں جمع شدہ سرمایہ ساڑھے تین ارب روپے سے زیادہ تھا۔ چار سال بعد ( 1992 ء ) مذکورہ چھوٹی ڈیپازٹس کی تعداد میں پچیس فیصد اور جمع شدہ ر تم میں سنتالیس فیصد اضافہ ہوا لیکن مقابلے میں ساٹھ لاکھ سے ایک کروڑ روپے والی ڈیپازٹس کی تعداد چار سو اٹھاون سے کم ہو کر تین سوانمتر ہوگئی ( کیونکہ بہتوں کے کھاتے ایک کروڑ سے بڑھ گئے) لیکن ان کا جمع شدہ سرمایہ 1988 ءسے قرباد گنا ہو گیا۔

اصل خوفناک کہانی ایک کروڑ روپے سے زائد والی ڈیپازش کی ہے۔ ان کی تعداد 1988 ء میں پانچ سوسات تھی جو چار سال میں دگنی سے بھی زیادہ یعنی 1113 ہو گئی۔ 1988 ء میں ان ڈیپازٹس کا سرمایہ تقریبا سوا اٹھا ئیں ارب روپے تھا جو 1992 ء میں تقریباً 75 ارب روپے تک جا پہنچا۔

درج بالا تقابلی اعداد واضح کر رہے ہیں کہ قومی دولت جیسی کچھ بھی بڑھ رہی ہے وہ عامتہ الناس میں یہ حصہ رسدی کہاں تک تقسیم ہو رہی ہے اور اس کا بے تحاشہ ارتکاز کی بہت محدود حلقہ میں ہو رہا ہے۔ دوست مندوں کلیه طبقه بیشتر اخلاق باختہ بھی ہے اور اس کی نمود و نمائش کے مظاہروں نے لاکھوں کروڑوں تجرو مین کو عائلی اور سماجی الجھنوں کا شکار اور بے روزگار نوجوانوں کی بڑی تعداد کو راتوں رات امیر بننے کے لئے مکروہ دھندوں کی طرف راغب کر لیا ہے۔

اب ذرا یہ دیکھئے کہ یہ قومی دولت جو ہمارے بینکوں میں جمع ہے سودی سرمایہ داری نظام کے جسم کو ایندھن فراہم کرنے کے علاوہ گنے چنے چند ہزار امیر خاندانوں کی کیا خدمت کر رہی ہے اور غریب اور متوسط شہریوں کی ضرورت کہاں تک پورا کر رہی ہے۔ 1988 ء میں 3000 روپے تک کے ایک لاکھ کھاتے داروں کو ملک کے سارے بینکوں سے صرف ستائیس کروڑ روپے قرضہ ملا۔ اس سال ساٹھ لاکھ سے ایک کروڑ روپے والے 1623 در پازٹ ہولڈرز کو بارہ ارب چونسٹھ کروڑ کے قرضے ملے جبکہ ایک کروڑ سے زیادہ دیپازٹ والے 1030 ہولڈرز نے قریبا اڑسٹھ ارب روپے حاصل کئے۔ 1992 ء میں صورت یہ تھی کہ مذکورہ چھوٹے دیپازٹ ہولڈرز ڈیڑھ لاکھ کے

قریب تھے لیکن ان کو جاری شدہ قرضہ 1988 ء سے بھی کم ہو کر انداز اساڑھے پچیس کروڑ ہو گیا۔ ساٹھ لاکھ سے ایک کروڑ روپے تک والے 2722 در پازٹ ہولڈرز نے سوا ستائیس ارب روپے سے زیادہ حاصل گئے۔ ایک کروڑ روپے سے زیادہ کی دی پازٹ والے 2606 تھے لیکن ان کو جاری شدہ قرضہ ایک کھرب ساڑھے چھ ارب روپے کے قریب تھا۔

ہے کوئی جو صرف اس حوالے سے پاکستان میں فریبی اور امیری کا فرق واضح کرنے کے لئے نسبت قائم کر کے دکھا سکے۔ بات صرف اتنی ہی نہیں کہ بے اندازہ دولت پر صرف دو اڑھائی ہزار افراد کو تصرف ملا اور قوم کی عظیم اکثریت مادی ضرورتوں اور جائز آسائشوں سے محروم رہ گئی بلکہ دولت کے اس ارتکاز نے قدریں ادھیڑ دیں، اخلاق برباد کر دیئے، عزت و احترام کے پیمانے بدل دیئے اور ایک انتہائی محدود تعداد کو اختیار و اقتدار کے سرچشموں اور قابض رکھ کر ساری قوم کو مایوسی کی آتاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا ہے۔

افراط زر

86 - 1985 ء میں افراط زر 30 فیصد تھا۔

29 91-1990 میں 258 فیصد، 92-1991 میں فیصد اور 93-1992 ء (جولائی تا مارچ ) 78-0 فیصد تھا۔ مالی سال 93-1992 ء کے آخر میں اندازہ پندرہ فیصد اور نواز حکومت کے خاتمے پر تخمینہ میں فیصد کا لگایا گیا ہے۔

1993-94 ء کے بجٹ پر تجزیہ پیش کرتے ہوئے، جو کئی قومی اخبارات میں شائع ہوا، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز نے بر وقت انتباہ کیا تھا کہ اگر حالات کو قابو میں رکھنے کی تدبیر نہ ہوئی تو بات دس فیصد کے آس پاس نہیں رہے گی بلکہ جلد ہی میں فیصد تک پہنچ جائے گی اور معیشت کا ستیا ناس ہو جائے گا۔ اگر مسلم لیگ کی حکومت قائم رہتی اور اس کے پچھن رہی رہتے تو اب تک

یہ گمان ایک خوفناک حقیقت کا روپ دھار چکا ہوتا ۔

افراط زر کا ایک اشاریہ زر کا پھیلاؤ ہے۔ 89-1988 ء میں زر کا پھیلاؤ 6ء 4 فیصد تھا۔ 90-1989 میں 6-12 - 1991-92 فیصد 91-1990 م 1999 فیصد اور میں 281 فیصد کی بلندی تک جا پہنچا۔ اگرچہ 93-1992 ء کا تخمینہ 603 فیصد دیا گیا لیکن سابقہ رجحان کے پیش نظر اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نظر نہیں آتا۔ افراط زر کی اس کیفیت نے مصارق حیات کو کتنا مہنگا کر دیا ہے اس کا نقشہ ذیل میں دیکھئے۔

اشیائے صرف کی قیمتیں

مصارف حیات کے ناقابل برداشت بوجھ نے عام انسان کو جس طرح پیس کر رکھا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ستمبر 93ء کے ابتدائی ہفتے میں پاکستان اسلامی فرنٹ کی کال کا عام آبادی نے خیر سے کراچی تک جتنے بھر پور انداز میں جواب زیادہ اس بات کا بر ملا اظہار تھا کہ آبادی بری طرح زچ ہو کر رہ گئی ہے اور وہ مراں حکومت کے بعض اقدامات، جنہیں محترمہ بے نظیر صاحبہ اور میاں نواز شریف صاحب دونوں کی آشیر باد حاصل ہے، کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس تجزئے میں چونکہ نگراں حکومت کے اقدامات زیر بحث نہیں لائے جار ہے اس لئے ہم توجہ صرف ان کو الف پر مرکوز کرتے ہیں جن کا تعلق بے نظیر حکومت کی ابتداء سے نواز شریف حکومت کے انتقامی ایام تک ہے۔ ذیل کے جدول میں دیئے گئے کو الف اتنے واضح ہیں کہ کسی خصوصی تبصرے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کوائف اکنامک سروے 93-1992 ء سے لئے گئے ہیں جن کے مقابلے میں اصل حقائق کچھ زیادہ ہی تلخ رہے ہیں اور بات بھی صرف ان اشیائے صرف تک محدود رکھی گئی ہے جو عام آدمی

بالخصوص غریب کے لئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

پولیشن

زندگی محض دال روٹی اور قوت لایموت کا نام نہیں، مزید بہت کچھ بھی ضروریات زندگی میں شامل ہے تاہم ان معدودے چند اشیاء کی تو قیمتوں میں بے پناہ اضافہ سے بہ خوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (نواز گروپ) کی حکومتیں فلاح عامہ کے دعووس کے باوجود عمل کے میدان میں کتنی بے نیاز اور سنگدل تھیں۔ یہ دونوں پارٹیاں پاکستان کو 21 ویں صدی میں ایک خوشحال معاشرے کی نوید تواتر سے دے رہی ہیں لیکن پتہ نہیں خوشحالی کا ان کا اصل تصویر کیا ہے۔ ہمیں تو یہ لوگ اللہ کے اس قول کے مصداق لگتے؟ مصداق لگتے ہیں کہ۔

انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کی باتیں (اعلانات ) تمہیں دنیا کی زندگی میں اچھی لگتی ہیں اور جب اسے اقتدار ملتا ہے تو اس کی ساری دوڑ دھوپ زمین میں فساد پھیلانے، کھیتیاں اجاڑنے اور نسلیں تباہ کرنے کے لئے ہوتی ہے۔